فکرِ اقبال

اردو زبان میں اقبال پر، اس کی شاعری پر، اس کے پیام پر، اس کی تعلیم و تلقین پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔ اقبال نے اپنی گرمیٔ سخن سے ایک نئی ملّت پیدا کی، ایک نئے ملک کی تشکیل و قیام کا سبب بنا۔ اقبال نہ ہوتا تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ مذہب و ملّت سے بیگانہ ہو چکا ہوتا۔ وہ اقبال ہی تھا جس نے مردِ مسلماں کو للکارا :

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

وہ اقبال ہی تھا جس نے کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دیا، جس نے ایک لبِ گور قوم میں زندگی کا ولولہ اور حوصلہ پیدا کیا۔ اقبال بہ ظاہر شاعر تھا، لیکن درحقیقت وہ حکیمِ اُمت تھا، مفکّرِ ملّت تھا، ناخدائے قوم تھا۔ اقبال کی مختلف اور متنوع حیثیتوں پر مختلف اربابِ قلم لفظ و معنی کی گل کاریوں کے جوہر دکھا چکے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی نئی کتاب "فکرِ اقبال" اپنے اندازِ بیان، اسلوبِ تحریر، فکر کی گہرائی، خیال کی گیرائی اور فلسفۂ اقبال کی دلآویز اور سحر طراز ترجمانی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد اقبال کی صحیح تصویر آنکھوں کے سامنے اُبھر آتی ہے۔

یہ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں اقبال کی شاعری کے ارتقائی منازل پر خوبی اور خوش اسلوبی سے بحث کی ہے۔ دوسرے میں ۱۹۰۵ تک کے کلام پر ایک نظر ڈالی ہے تیسرے میں ۱۹۰۸ تک کا کلام زیرِ بحث آیا ہے۔ چوتھے میں ۱۹۰۸ کے بعد کے کلام پر تنقید کی ہے۔ پانچویں میں بتایا ہے کہ اقبال کی نظر میں اسلام کیا ہے؟ چھٹے میں اقبال کو "شاعرِ انقلاب" کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ساتویں میں یہ دکھایا ہے کہ مغربی تہذیب و تمدّن پر اقبال کی نکتہ چینی کا انداز کیا ہے؟ آٹھویں میں اشتراکیت پر کھل کر بحث کی ہے۔ نویں میں جمہوریت پر اقبال کے تاثرات پیش کئے ہیں۔ دسویں میں عقل پر اقبال کی تنقید پیش کی ہے گیارہویں میں اقبال کا تصوّرِ عشق نمایاں کیا ہے۔ بارہویں میں تصوّف اور اقبال پر گفتگو کی گئی ہے۔ تیرہویں میں اسرارِ خودی کے رموز بے نقاب کئے گئے ہیں۔ چودہویں میں بتایا ہے کہ اقبال خود اپنی نظر میں کیا ہیں؟ پندرہویں میں گلشنِ رازِ جدید پر بحث و گفتگو ہے اور بلاشبہ یہ باب اپنی معنویت کے اعتبار سے بہت زیادہ بلند پایہ ہے۔ سولہویں میں فنونِ لطیفہ اور اقبال کو روبرو دکھایا ہے۔ سترہویں میں ابلیس

اٹھارہویں میں رموزِ بے خودی۔ انیسویں میں اقبال پر اعتراضات اور بیسویں میں خلاصۂ افکارِ اقبال پر بڑی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آخر میں علامہ اقبال کے معرکہ آرا سات انگریزی خطبات کا خلاصہ بھی خلیفہ صاحب نے بڑے عام فہم اور دل نشیں انداز میں کر دیا ہے۔ اقبال کے یہ خطبات اتنے غسیر المعنی ہیں کہ جو لوگ فلسفہ کی بڑی بڑی ڈگریاں رکھتے ہیں وہ بھی ان کے فہم پر قادر نہیں نہ کہ تفہیم پر لیکن خلیفہ صاحب نے دریا کو کوزہ میں بند کر کے دکھا دیا ہے۔

کتاب کے شروع میں خلیفہ صاحب نے نذرِ عقیدت کے طور پر اپنی وہ اثر انگیز نظم درج کر دی ہے جو اقبال کی وفات پر اُنہوں نے لکھی تھی، ایک بند آپ بھی سُن لیں:

سیچ تلخ تھا لیکن اسے شیریں کیا تو نے
تلخابۂ غم کو شکر آگیں کیا تو نے!
تعلیمِ خودی دے کے خدا بیں کیا تو نے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں کیا تو نے
پر ٹوٹے تھے جن کے انہیں پرواز سکھائی
گونگے تھے جو انساں انہیں آواز سکھائی

کتاب کے آغاز میں فاضل مصنّف نے اقبال کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"اقبال شاعر بھی ہے اور مفکّر بھی، وہ حکیم بھی ہے اور کلیم بھی، وہ خودی کا پیغامبر بھی ہے۔ اور بے خودی کا رمز شناس بھی۔ وہ تہذیب و تمدّن کا نقاد بھی ہے اور محی الملّت والدین بھی۔ وہ توقیرِ آدم کا مبلّغ بھی ہے اور تحقیرِ انسان سے دردمند بھی۔ اس کے کلام میں فکر و ذکر ہم آغوش ہیں اور خبر و نظر آئینہ یک دیگر ——!"

اس سے بڑھ کر اقبال کی جامع و مانع تعریف اور کیا ہو سکتی ہے؟

اقبال کی مشہور نظم "اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو" —— پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل مصنّف نے کتنے پتہ کی بات کہی ہے:

"اگر روسی زبان میں اس کا ترجمہ ہو سکتا اور وہ لینن کے سامنے پیش کیا جاتا، تو وہ اسے بین الاقوامی اشتراکیت کا ترانہ بنا دینے پر آمادہ ہو جاتا، یہ نظم کمیونسٹ مینی فسٹو کا لب لباب ہے اور محنت کشوں کے لئے انقلاب بلکہ بغاوت کی تحریک ——!"

کتاب کا ہر باب گنجینۂ معنی ہے۔ بزمِ اقبال (کلب روڈ۔ لاہور) نے بڑے اہتمام سے خوشنما اور دیدہ زیب ٹائپ میں چھاپا ہے۔ قیمت صرف دس روپے۔

رئیس احمد جعفری